سائرہ بانو

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ڈاکٹر مشتاق عادل

صدر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، سیالکوٹ

بری عورت کی کتھا: تانیثیت کے تناظر میں

Saira Bano
PhD Scholar, Department of Urdu, National University of Modern Languages Islamabad.
Dr.Mushtaq Adil
Head Department of Urdu, University of Sialkot.

The Story of the Evil Women in the Context of Feminism

Word Feminism means a movement that emphasizes the establishment of political, social and economic equality between men and women. In the present era, feminism has become an important and broad topic. Much has been written on this in Urdu literature. Speaking of the establishment of Pakistan, even then there was no formal association or movement for women's liberation and their rights. The movements that were prevalent among Hindu women were only for Hindu women. However, Islam gives women their basic rights. In the article under review, how is the woman mentioned in Kishwar Naheed's autobiography "The Story of a Bad Woman"? Since Kishwar Naheed is a fearless writer, she has eloquently mentioned a woman in her biography. In this article, the glimpse of Kishwar Naheed's femininity in her biography has been clarified.

Keywords: *Feminism, Emphasize, Prevalent, Economic Equality, Formal Association, Glimpse, fearless writer, biography, clarified.*

تانیثیت آج جدید سماجیات کا ایک نہایت اہم اور وسیع موضوع بن چکی ہے جس سے صرف ادب ہی نہیں فکر و فلسفے کے تمام نظریات متاثر ہوئے ہیں اس آرٹیکل کا مقصد ادب پر تانیثیت نے جو اثرات مرتب کیے ہیں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

انہیں کشور ناہید کی یادداشتوں میں بیان کردہ ان کے تجربات کے حوالوں سے تلاش کرنا ہے لیکن اس سے پہلے تانیثیت کی مکمل تعریف دیکھنے کی ضرورت ہے۔

"یعنی ایک ایسی تحریک جو عورت اور مرد کے درمیان سماجی سیاسی اور اقتصادی برابری کو قائم کرے اور عورت و مرد کے رشتے کی خامیوں کو دور کرے"(۱)

دراصل لفظFeminismلاطینی لفظFeminaسے مشتق ہے اور اب انگریزی ادب میں ایک مخصوص معانی میں اصطلاح کے طور پر رائج ہے جس کے لاطینی معنی "عورت" فرانسیسی میں "عورتوں کے حقوق" اور انگریزی میں "جنسی برابری" کے ہیں اور اردو میں اس کا متبادل لفظ "تانیثیت" ہے۔

عالمی تاریخ میں اٹھارہویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل کا عہد اپنی ہمہ جہت تبدیلیوں کی وجہ سے بہت اہمیت کا حامل رہاہے اس زمانے میں انسانی زندگی کے ہر شعبے میں بے شمار تبدیلیاں رونما ہوئیں خواہ وہ سائنس کی دنیا ہو یا تکنیک کی سیاست کا میدان ہو یا فلسفے کا پوری انسانیت ایک ہنگامی تبدیلی سے دوچار ہو رہی تھی پرانی قدریں ٹوٹ رہی تھیں اور نئی قدروں کے آثار واضح ہونے لگے تھے ان تبدیلیوں نے جہاں انسانی تہذیب وتمدن اور طرز رہائش کو متاثر کیا وہیں فکر وفلسفہ اور اخلاقی اقدار پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے آزادی مساوات ،انصاف، امن وسکون اور اپنے پیدائشی حقوق کے حصول کی آوازیں دنیا کے ہر خطے میں سنائی دینے لگیں وہ تمام طبقے جو نسل، رنگ، علاقائیت اور پیشے کی بنیاد پر تعصب اور غیر انسانی سلوک کا شکار ہو رہے تھے، ان کی آنکھیں کھل گئیں وہ خود پر ہونے والے استحصال کے خلاف آواز بلند کرنے لگے اور ساتھ ساتھ متحد ہونے لگے۔ان مظلوم طبقات میں ایک طبقہ خواتین کا بھی تھا جو انسانی آبادی کا نصف حصہ تھا۔انسانی تہذیب وتمدن کے ارتقاء میں ان کی برابر کی حصہ داری رہی تھی لیکن خاندان، سماج اور تہذیب میں انہیں دوسرے درجے کی مخلوق سمجھا جاتا تھا دوسری بات یہ تھی کہ معاشرتی طور پر زندگی کے کچھ شعبوں میں ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے "ماں" اور "دیوی" جیسے باعزت مقام بھی دیے گئے مگر بحیثیت انسان ان کو دوسرا درجہ حاصل تھا. جنس کی بنیاد پر ظلم وزیادتی اور استحصال ہوتا رہا تھا. انسانی تہذیب کی تاریخ میں بہت سے فلسفے اور مذاہب وجود میں آئے اور انہوں نے انسانی بھلائی انصاف اور فلاح وبہبود کا دعویٰ بھی کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ کسی نے بھی انصاف نہیں کیا عورت کو کبھی بھی مکمل انسانی وجود تسلیم نہیں کیا گیا اس ضمن میں فہمیدہ ریاض کا کہنا ہے کہ:

"مکمل انسانی وجود" سے ہماری کیا مراد ہے؟ ایک سطح پر اس میں عورت کے وجود

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کی لاء محدودیت کا پہلو پنہاں ہے انسان کے امکانات کسی خط فاصل کی قید میں نہیں آتے عورت انسان کا نسوانی روپ ہے اس کے امکانات بھی لا محدود ہیں"(۲)

دراصل تانیثیت نئی تھیوری ہوتے ہوئے بھی بہت قدیم تاریخ رکھتی ہے۔دنیا کے ہر علم میں تانیثیت کی روایت کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ملتا ہے اس لفظ کا سب سے پہلے استعمال روس نے ۱۸۷۴ء میں اپنی کتاب ''ڈی اھتینیم'' کے تبصرے میں کیا تھا۔۱۸۹۵ء تک یہ لفظ کسی تحریک کے آغاز کا اشارہ نہیں کرتا تھا اس وقت تک اس کو عام طور پر جنسی برابری کے حق اور معاملات کیلئے استعمال کیا جاتا تھا. ٹیٹل(Tuttle)کے مطابق انیسویں صدی تک The women Question کی اصطلاح استعمال کی جاتی تھی جب کبھی تانیثیت پسند جماعت کی جانب سے استعمال کرنے والوں کے خلاف تحریک چلائی گئی تو ہر زمانے کی یہ عام بات رہی ہے کہ ان کے نظریات اور نظریاتی اختلاف کی بنا پر انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی کہ جس طرح ان میں نظریاتی اختلافات ہیں ٹھیک اسی طرح عورتوں کی ترقی کے مسئلے پر بھی ان میں اتفاق نہیں ہے۔

تانیثیت کی وضاحت کیلئے ضروری ہے کہ عورت کو تاریخ تہذیب، تمدن، مذہب اور ادب یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں کیا جائے۔نمایاں کرنے سے مراد عورت کا وہ تصور ہے جو صدیوں سے زندگی کے چکر میں گھومتا آرہا ہے لیکن ابھی تک مبہم اور غیر واضح ہے۔ آج کا انسان جس ترقی یافتہ دور میں سانس لے رہا ہے اس کے پیچھے معاشی،سیاسی، ذہنی اور تہذیبی جدوجہد کی ان مٹ داستان پھیلی ہوئی ہے۔

اس کارِ جہاں میں انسان کو قدم قدم پر بے تحاشا مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اور ضروری نہیں کہ انسان کو صرف دکھ کا ہی سامنا ہو بلکہ دکھ اور سکھ کے سانجھی امور در پیش ہوتے ہیں اور موقع محل کی مناسبت سے انسان اس سے نبرد آزما ہوتا ہے اور اس نبرد آزمائی کے نتیجے میں اثرات بھی سامنے آتے ہیں جو اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی۔تو دراصل کسی شخص کا اپنی زندگی کے اس پورے دائرہ کار کو احاطہء تحریر میں لانا ہی خود نوشت یا آپ بیتی کہلاتا ہے۔

بقول محمد طفیل(مدیر نقوش)

"آپ بیتی کسی انسان کے تجربات،مشاہدات، محسوسات، نظریات اور عقائد کی ایک مربوط داستان ہوتی ہے۔جو خود اس نے بے کم و کاست اور راست راست قلم بند کر دی ہو۔جسے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

پڑھ کر اس کی زندگی کے نشیب و فراز معلوم ہوں اس کے نہاں خانوں کے پردے اٹھ جائیں"۔(۳)

آپ بیتی کا پورا فن واضح ہونے کے بعد اگر کشور ناہید کی آپ بیتی "بُری عورت کی کتھا" کو ان تمام باتوں کی روشنی میں پرکھا جائے تو سب سے پہلے اس کتاب کی ابواب بندی قابلِ ذکر ہے۔ مصنفہ نے تمام ابواب اپنی ابتدائی عمر سے لے کر ایک خاص منزل تک زینے کے طور پر ترتیب دیے ہیں۔ اپنی اس آپ بیتی میں کشور ناہید نے اس کو جگ بیتی قرار دیا ہے اور اسے معاشرے سے وابستہ کیا ہے۔ یہ بات تو طے ہے کہ ادب اپنے گردو نواح کے ماحول سے اثرات لیتا ہے۔ اسی بات کو کشور ناہید نے اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"یہ کہانی ایک فرد کی نہیں اس سارے معاشرے کی ہے جہاں بڑی بڑی باتیں بھلادی جاتی ہیں اور چھوٹی چھوٹی کمینگیاں یاد رکھی جاتی ہیں"۔(۴)

اسی اندازِ بیاں کے ساتھ یہ پوری کتاب قاری پر پرت در پرت کھلتی چلی جاتی ہے۔ اس کتاب کا عنوان بھی اپنے اندر ایک خاص معنویت رکھتا ہے۔ دراصل کشور ناہید ایک نہایت بے باک لہجہ کی حامل خاتون واقع ہوئی ہیں اور اسی لیے ہمارے مردوں کے معاشرے میں اس طرح کی عورت جو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور اس صلاحیت کا بر محل استعمال کرنا بھی جانتی ہو، ایک آفت بن جاتی ہے۔ اس لیے بہت سے اکابرینِ ادب نے جب کشور پر طرح طرح کے سوالات اور اعتراضات کی بوچھاڑ کی تو کشور نے انہی اعتراضات کی روشنی میں اس خود نوشت کا نام "بری عورت کی کتھا" رکھا۔ اور کتاب کے تمام ابواب نے اس عورت کی ان برائیوں کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی ہے جن کی وجہ سے وہ معاشرے میں زیرِ عتاب آئی اسی بات کو کشور نے اس طرح بیان کیا ہے۔

"آج کے شخص کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ نہ فطرت کو مانتا نہ تاریخ کو، نہ اپنے آپ کو ۔۔۔۔۔ وہ ہے کون ۔۔۔۔۔ اس کے وجود کو کون دریافت کرے گا۔ حالانکہ آج کا شخص ۔۔ ساری دنیا میں کہیں بھی تو اپنے نظریات کے باعث نہ پھانسی چڑھ رہا ہے نہ زہر کا پیالہ پی رہا ہے"۔(۵)

اس بات کے ساتھ ہی وہ نہایت افسانوی انداز میں اپنے والدین کے بارے میں بھی اس طرح کی بات کی ہے کہ تانیثی نقطہ نظر واضح ہوتا ہے اور یہ نقطۂ نظر آخر تک ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اپنی والدہ کے بارے میں لکھتی ہیں :

"وہ سید زادی جو نو بہن بھائیوں کے خاندان میں سب سے زیادہ بڑی تھیں۔ سمندر میں نیم جمانے کو آئی تھیں۔ دس بارہ سال کی عمر تک اماں کی گود میں بیٹھنے والی کو منہ دکھائی میں گود میں بیٹھنے والی سوتیلی بیٹیاں ملیں"۔ (۶)

"پہلی سیڑھی" کے بعد دوسرے باب "پہلے پہلا قدم" میں کشور ناہید نے اپنے بچپن کے زمانے کو ماحول کے ساتھ اس طرح ننھی کر کے دکھایا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک پورا منظر نامہ کھلا ہے، دوسری جنگِ عظیم اور تحریکِ پاکستان کا دور ہے لوگ آرہے ہیں، جارہے ہیں، اس وقت ان عورتوں کا جوش و جذبہ کیا تھا جو پردے کے بغیر گھر سے نکلنا خود پر حرام سمجھتی تھیں۔

"وہی عورتیں جو آٹے میں ہاتھ لپیٹ کر حکیم کو دکھاتی تھیں اور ڈولی بنا کہیں نہیں نکلتی تھیں ۔ ان عورتوں نے جگہ جگہ جلسے کرنے، چندہ اکٹھا کرنا اور بچوں میں بھی ایک الگ ملک کے لیے جذبہ بیدار کیا"۔ (۷)

اسی باب میں کشور نے صرف تقسیم پاکستان سے پہلے کے حالات ہی قلمبند نہیں کیے بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ حال کو ماضی سے وابستہ کرتی ہیں۔ ایک طرف وہ پاکستان بننے پر اپنے والدِ محترم کے گرفتار ہونے کا بتاتی ہیں تو دوسری طرف مارشل لاءز کے دوران اپنے شوہر یوسف کامران کی گرفتاری کو بھی یاد کرتی ہیں۔ جیسا بتانا چاہ رہی ہوں کہ اس وقت تو غیر لوگوں نے ان کے والد کو گرفتار کیا وہ بھی پاکستان کے بننے پر خوشی کا اظہار کرنے پر، لیکن ۱۹۷۰ء کے پیچھے کے سالوں میں جتنے بھی فوجی حکمرانوں نے مارشل لاء لگائے انہوں نے کشور ناہید کے شوہر کو گرفتار کیوں کیا وہ بھی اپنے ہی ملک میں؟ کشور ناہید پر سی۔ آئی۔ ڈی کیوں لگائی گئی؟ صرف اس لیے کہ وہ اپنی بات بے دھڑک بغیر کسی خوف کے کہہ دیتی تھیں چاہے وہ حکومت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اس بات کی نشاندہی انہوں نے اپنی آپ بیتی میں اس طرح کی ہے۔

"مجھ جیسی نہتی اور بڑبولی عورت مارشل لاء پر غصہ اتارنے کو بس نظمیں ہی تو کہہ رہی تھی اور ہم لوگ کر بھی کیا سکتے تھے کہ ہمارے سامنے ہر عمل جو ناروا تھا اور ہر ظلم جو ناممکن تھا "عذابِ بے اماں کی طرح مسلط تھا"۔ (۸)

اسی باب میں کشور ناہید بنگالیوں کی حالت زار بھی بیان کرتی ہیں اور بنگال کے حق میں بات کرنے کے سلسلے میں انہیں اور ان کے ساتھیوں کو غدار اور غیر محبِ وطن تک کہا گیا۔ جب کشور ناہید کو بنگال میں لڑائی کی رپورٹ لکھنے کو بھیجا گیا تو وہاں کی عورتوں کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتی ہیں:

"مشکل سے تیرہ سے پندرہ سال کی پتلی پتلی لڑکیاں جن کی ابھی چھاتیاں بھی سانس لینے نہیں پائی تھیں مگر ان کے پیٹ چھٹے یا ساتویں مہینے کی گواہی دے رہے تھے"۔(۹)

ان لڑکیوں کے والدین کو غدار کہہ کر مار دیا گیا تھا اور یہ پاکستانی فوجیوں کی ہوس کا نشانہ بن گئیں۔ ڈھاکہ کے ہاسٹل خالی کروانے کے نام پر تمام لڑکوں کو مار دیا گیا اور میڈیا میں یہ بتایا گیا کہ دونوں طرف رضامندی ہو گئی ہے۔ اگلا باب "پہلا سجدہ" میں کشور ناہید نے پاکستان کے اصول و قوانین پر تبصرہ کیا ہے جہاں بھائی اپنی بہنوں پر زنا کا الزام لگا کر ان کی وراثت ہڑپ لیتے۔ باپ بیٹیوں پر زنا کا جرم دھر کے انہیں اپنی مرضی سے ایسی جگہ بیاہتے جہاں سے زر فروخت حاصل کر سکتے لکھتی ہیں:

"لوگ فرعون کے زمانے کی عبرتیں سناتے ہیں۔ اسے تو اسلام سے پہلے کا زمانہ کہا جاتا ہے۔
اسلام نافذ کرنے والوں اور شرعی عدالتوں نے تو یہ بھی کہہ دیا کہ بلوچستان کی تیرہ سالہ
بچی۔ باپ کی زیادتی کی شکایت ماموں کے اکسانے پر کر رہی ہے کہ ماموں بچی کی جائیداد پر
قبضہ کرنا چاہتا ہے"۔(۱۰)

اسی باب میں انہوں نے عورت کے استحصال کی بات نہایت تفصیل سے کی ہے کہ ہمارے معاشرے میں ہر میدان میں عورت کو کم تر خیال کیا جاتا ہے۔ عورت کو سربراہِ مملکت نہیں بنا سکتے کہ عورت پیامبر نہیں بنی اور خدا نے پیغمبر تو صرف مرد کو بنایا اس لیے عورت مرد کے برابر نہیں ہو سکتی تو گویا مرد "خدا" ہیں۔ مذہب کے نام پر عورت کی حق تلفی ہمارے معاشرے میں اخلاقیات کی اولین ترجیح سمجھی جاتی ہے۔ اسی لیے جب کشور ناہید نے سیمون ڈی۔ بوا کی کتاب "سیکنڈ سیکس" کا ترجمہ کیا تو ہمارے مذہب کے ٹھیکیداروں نے اس کتاب پر یہ کہہ کر پابندی لگوا دی کہ اس میں ترجمے کے ذریعے عورت کے بدن کے بارے میں غیر اخلاقی باتیں عام کرنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے۔

اسی کتاب میں کشور ناہید اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں پر ایک ساتھ بڑی خوبصورتی سے روشنی ڈالتی چلی گئی ہیں۔ باب "پہلا صنم" میں پاکستان آنے کے بعد گڑھی شاہو میں سکونت اختیار کرنے کے بعد وہ اپنی تعلیم کا سلسلہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

نویں جماعت سے جاری بتاتی ہیں۔ ان کے گھر کا ماحول چونکہ عام کٹر سید گھرانوں کی طرح نہایت سخت تھا۔ اس لیے لڑکیوں کا پڑھنا نہایت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن کشور ناہید کی آپ بیتی پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کس طرح اپنے ماحول سے سرتابی کر کے تعلیم حاصل کی۔ اسی باب میں انہوں نے اپنی شاعری کے آغاز کا پتہ دیا ہے۔ اور پھر مختلف ادیبوں اور شاعروں سے ان کا تعلق بنتا چلا گیا۔ لیکن یہاں بھی وہی مسئلہ درپیش ہے کہ کوئی بھی شخص ایک عورت کو شاعرہ تسلیم ہی نہیں کرتا۔ اور عورت ہر طرف سے قصوروار اور گناہ گار ٹھہرائی جاتی ہے۔ مرد کی مردانگی کو تقویت صرف اور صرف عورت کو سولی چڑھا کر ہی ملتی ہے۔

غرض عورت اگر خوبصورت ہے تو بھی قصوروار، ذہین ہے تو بھی، ہر لحاظ سے صرف عورت ہی کا استحصال ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ مذہب، تہذیب اور انسانیت پر بھی صرف مرد کا ہی حق ہے۔ دراصل کشور ناہید کا پسندیدہ ترین موضوع "عورت" ہے۔ اسی لیے ان کی ہر تحریر عورت اور اس کے مسائل پر بحث کرتی ہے۔ معاشرے میں عورت کی دگرگوں حالت ہی دراصل کشور ناہید میں تلخی بھر دیتی ہے۔ اسی لیے اس کتاب میں بھی ان کا لب ولہجہ تلخی لیے ہوئے ہے۔

عورت کے ساتھ ساتھ کشور اپنی کتھا بھی سناتی جاتی ہیں کہ وہ نویں جماعت سے یونیورسٹی چلی جاتی ہیں اور یہاں انہیں ایک کلاس فیلو ملتا ہے جو خود بھی شعر کہتا ہے اور فنِ گفتگو کا ماہر، اعلیٰ ادبی ذوق کا حامل، دونوں کی خوب بننے لگی کے گھر والوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اپنی شاعری کا ذکر کشور اس طرح کرتی ہیں:

> "آدھے سیر لڈوؤں پر بیاہنے والی کے ساتھ ایک بوری کتابیں دوسری بوری میں انعامی کپ تھے۔ تن پہ ایک جوڑا تھا۔ تانگے میں بیٹھے ایک گھر پر رُکے۔ ایک کمرہ کسی کا تو دوسرا کمرہ کسی کا"۔ (۱۱)

اس اچانک شادی کے بعد اپنی ملازمت کے بارے میں لکھتی ہیں جہاں پر انہیں طرح طرح کے مردوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کشور ناہید نے اپنی اس کتاب میں اپنی زندگی کے تمام حالات کو اس طرح قلمبند کر دیا ہے کہ اس میں ایک مکالمے کی فضا بن گئی ہے۔ ایک ایسا انداز ہے جسے قاری کو بار بار سوال کا جواب دینے کے لیے سوچنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ کشور ناہید جہاں عورت پر بات کرتی ہیں وہاں وہ مرد کی نفسیات پر بڑا شاندار تبصرہ کرتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"مرد کی عادت ہی ایسی ہے وہ عورت پر خرچ کر کے اسکی ذمہ داریوں کو محسوس کرتا، اسے گرفت میں محسوس کرتا ہے۔ پیار کرتا ہے کہ نہیں۔ یہ اصلیت کبھی کھلی نہیں"۔ (۱۲)

کشور ناہید نے اپنی آپ بیتی میں شہری اور دیہی عورت کے فرق پر بھی روشنی ڈالی ہے جس کا تجربہ انہیں اپنی ملازمت کے دوران ہوا۔ ان کا تجربہ ہے کہ دیہاتی عورتیں شہری عورت جو خاص کر بے برقعہ ہوتی، کو بالکل پسند نہیں کرتیں اور جس چارپائی پر وہ بیٹھتی اس کے جانے کے بعد اس چارپائی کو دھو کر پاک کیا جاتا۔ ان کے خیال میں شہری عورت کسی اور ہی سیارے کی مخلوق ہوتی ہے جو نہ تو کام کرتی ہے اور نہ ہی کسی کام کی ہوتی ہے اور اسی لیے وہ شہری عورت سے نفرت کرتی ہیں، لکھتی ہیں:

"وہ زمانہ بھی یاد ہے جب دیہی اور شہری عورت کی نفرت کا سارا الاؤ' میرے گاؤں میں مکئی کی روٹی پکانے سے بھسم ہو کر رہ گیا تھا۔ اور عورتوں نے میرے روٹی پکانے کو معجزہ سمجھا تھا۔ ان کے خیال میں شہری عورت تو بس دیکھنے کی گڑیا ہوتی ہے" (۱۳)

کشور ناہید نے اس کتاب میں مختلف طبقے کی عورت کے رہن سہن کو بھی قلمبند کیا ہے۔ اور گھر میں کام کرنے والی کے حالات سے لے کر ہسپتال میں کام کرنے والی ڈاکٹر تک کے رویے پر بحث کی ہے کہ کس طرح دیہی علاقوں میں بھی عیاشی کرنے والی خواتین ہسپتال جا کر صرف پانچ ہزار میں سارا کام کروا لیتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی کشور عورتوں پر آنے والی اس نوبت کا ذمہ دار مرد کو ٹھہراتی ہیں۔ اور اسی لیے کوٹھے آباد ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے افسروں کے گھروں میں منعقد ہونے والی پارٹیوں کا مقصد بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن ذرا مہذب انداز میں کشور ناہید نے اس کتاب میں اپنے شوہر کی بے راہ رویوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب ان کا شوہر غیر ملکی فرم میں کام کرتے تھے تو غیر ملکی خواتین ہر وقت ان کے گھر پر رش کیے رہتیں اور اس طرح کشور جب پوچھتیں تو انہیں "بیوی" ہونے کا احساس دلایا جاتا۔ اور جب بے وجہ رقم اڑانے پر ان کے شوہر کو قید ہوئی تو ملازمت بھی چھن گئی۔ اب یہی بیوی جسے ان کے معاملات میں دخل اندازی کی اجازت نہیں تھی، افسروں کے آگے گڑگڑا کر اپنے شوہر کی رہائی کی درخواست کرتی۔

کشور ناہید کی پوری کتاب پر عورت کا ہی وجود دکھائی دیتا ہے۔ اس میں مرد اور عورت کا جو رشتہ دکھایا گیا ہے وہ عاشق اور معشوق کا نہیں بلکہ دو افراد کا ہے جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں ہیں ایک اپنی جیت کے نشے میں سرشار دوسرے کا وجود روندے چلا جا رہا ہے اور دوسرا اپنے ہونے کا احساس دلانے کے لیے سر توڑ کوشش میں لگا ہوا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہے۔اس بات کا اندازہ خود کشور ناہید کو بھی ہے کہ ان کے ہاں عشق کا تجربہ اور اس کا بیان کہیں واضح دکھائی نہیں دیتا ۔اس کے جواب میں وہ لکھتی ہیں کہ:

"وہ سنورتا، لجاتا عشق جس سے دانتوں میں دوپٹے کو بل دینا شامل ہو وہ میرے پاس سے نہیں گزرا۔ میری ساری ابتدائی شاعری میں روایتی عشق ہے اور روایتی شاعری کیلئے عشق کرنا ضروری نہیں۔ اس روایتی شاعری میں بس ایک وجود جو میرا بازو پکڑ کر چلا ہے وہ عورت کا وجود ہے"۔(۱۴)

کشور ناہید اپنی شاعری اور اپنی کتابوں کے شائع ہونے پر اپنے گھر سے پذیرائی نہ ملنے کا دکھ بھی سہتیں اور پھر اپنے ملک میں اپنی کتابوں پر پابندی لگنا بھی دیکھتیں ہیں۔ لیکن وہ ایک حساس دل رکھنے والی مصنفہ اور شاعرہ ہیں، جو وہ اپنے ملک میں دیکھتیں ہیں اس پر خون کے آنسو روتیں اور لکھتیں۔ لکھتی ہیں:

"پاکستان اور اس کے بعد۔۔۔۔زندگی نے وہ دکھایا جو دور جاہلیت کے بڑوں نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔ کوڑے، پھانسیاں، سزائیں، سنسر شپ، پابندیاں۔۔۔۔ ہم لوگ حرف کے اعتبار کی کیا قسم کھاسکتے ہیں۔ ہم تو اپنے کردار کی قسم نہیں کھاسکتے"۔(۱۵)

اگر مجموعی طور پر اس آپ بیتی کے اسلوب پر نظر ڈالی جائے تو کشور ناہید نے نہایت صاف، رواں اور شستہ زبان اختیار کی ہے اور چونکہ یہ ایک کتھا ہے اس لیے اس کا اسلوب بھی داستان سنانے والا ہی ہے۔ کہیں خشک، کہیں آنسوؤں سے بھیگتا ہوا، کہیں اپنے ہی وطن کے لوگوں پر کھولتا ہوا، کہیں اپنے ہم وطنوں کی محبت سے سرشار کرتا ہوا۔ کہیں اپنی تخلیقات کو منواتا ہوا، کہیں اپنی شاعری کا از سرِ نو جائزہ لینے کا سا۔ غرض جس بھی انداز میں دیکھیں قاری کہیں پر بھی بوریت کا شکار نہیں ہو سکتا۔ اور سب سے منفرد خوبی اس آپ بیتی کی یہ ہے کہ کشور نے بڑی خوبصورتی سے ماضی اور حال کو ایک دوسرے سے اس طرح ملایا ہے کہ دونوں کے بیچ کوئی حد دکھائی نہیں دیتی۔ اسی طرح انہوں نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے دنیا کے دوسرے ادیبوں کے حوالے بھی اس طرح اپنے اسلوب میں سمو کر پیش کیے ہیں کہ انسان پر یہ بات پوری طرح منکشف ہو جاتی ہے کہ ادب دنیا کے ممالک کی حدود کا محتاج نہیں ہے بلکہ یہ تو انسان لکھتا ہے انسان کے لیے اور یہ انسان سے خطاب کرتا ہے چاہے وہ انسان دنیا کے کسی بھی کونے کا ہو۔ غرض پوری "آپ بیتی" آپ بیتی کے تمام اصولوں کے مطابق ہے۔

حوالہ جات

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۔ اعجاز الرحمن، تانیثیت اور قرۃ العین حیدر کے نسوانی کردار، عرشیہ پبلی کیشنز دہلی، ۱۹۹۵ء ص16

۲۔ قاضی عابد، مرتبہ، اردو ادب اور تانیثیت، (منتخب مضامین) فیمنزم اور ہم از فہمیدہ ریاض، پورب اکادمی، ۲۰۱۶ء، اسلام آباد، ص:۱۸۵

۳۔ بری عورت کی کتھا، از کشور ناہید، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۸ء ص:۹

۴۔ ایضاً، ص۱۲

۵۔ ایضاً، ص۱۴

۶۔ ایضاً، ص۲۱

۷۔ ایضاً، ص۲۳

۸۔ ایضاً، ص۲۵

۹۔ ایضاً، ص۳۲

۱۰۔ ایضاً، ص۶۱

۱۱۔ ایضاً، ص۶۲

۱۲۔ ایضاً، ص۷۱

۱۳۔ ایضاً، ۸۷

۱۴۔ ایضاً، ۹۷

۱۵۔ ایضاً، ۹۷